ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.1 (2026)
(January to March)

عالمی نثری ادب میں "ماں" بطور کردار: تحقیق و تجزیہ

Mother as a Character in World Prose Literature: Research and Analysis

صائمہ ممتاز
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور
عائشہ تحسین
ایم۔فل اُردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان
سونیا اکرم
ایم۔فل اُردو سکالر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

Saima Mumtaz
Ph.D Scholar. Iqbal Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur
mumtazsaima492@gmail.com
Ayesha Tahseen
M.Phil Urdu, The women University, Multan
ayesharana1026@gmail.com
Sonia Akram
Scholar M. Phil Urdu. Bahauddin Zakaria University, Multan
akramsonia756@gmail.com

Article Details
Received:
February 25, 2026
Accepted:
March 05, 2026
Online Published:
March 15, 2026

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Mother is a fundamental and universal character in human society, civilization and literature. In The world prose literature, mother is not only a biological relation but also a representative of cultural continuity, moral training, psychological formation and social values. In prose genres such as story, novel, novelette, fiction, drama and non-fiction such as autobiography, biography, sketch, essay, column, fiction and non-fiction, the role of mother has been shaped under different periods of social structures and intellectual trends. In The world prose literature, mother is a character which is taking evolutionary journey. From the ideal and sacred mother of classical literature to the complex questioning and sometimes controversial mother of modern and post-modern prose, this character mirrors the intellectual and cultural changes of human society. The role of the mother helps us understand that literature is not just the story of an individual but the overall expression of society, history, and ideas.

Key words: Mother, World Prose Literature, Maternal, fiction, Representation, Cultural Continuity, Moral Training, Psychological

کائنات کی خوبصورتی کا انحصار جنس کے اختلاف پر ہے۔ اگر روز آفرینش سے تاحال بنی نوع انسان کی زندگی اور تاریخ کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ مرد کی زندگی میں عورت کا کلیدی کردار رہا ہے۔ عورت کہیں بیٹی کی صورت میں اپنے فرائض

اور ذمہ داریوں کی پاسبان نظر آتی ہے تو کہیں بیوی کی حیثیت سے اپنے مجازی خدا کی پیروی کرتی نظر آتی ہے اور کہیں وہ "ماں" کی صورت میں اپنے دل میں سمائے محبت کے سمندر کو اپنی اولاد پر لٹاتی اور اس کی بلائیں لیتی نظر آتی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں(۱)

لیکن ہمارا یہ المیہ ہے کہ عورت کو اس کی کاوشوں، کردار اور قربانیوں کے عوض وہ مقام و مرتبہ نہیں مل سکا جس کی وہ مستحق رہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق انسان پانچ لاکھ سال سے زائد عرصہ سے قبل اس کائنات میں سانس لے رہا ہے۔ لیکن ظہور اسلام سے قبل اس میں بحیثیت عورت انسان کا وجود انتہائی کمزور اور کم تر سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس تناظر میں ڈاکٹر عصمت جمیل رقم طراز ہیں:

"حقوق نسواں کے متعلق ایک جرمن خاتون نے کہا کہ میری تاریخ کی کتابیں جھوٹ بولتی ہیں وہ کہتی ہیں میرا (فعال) وجود نہیں تھا۔ عورت کا وجود تو یقیناً تھا لیکن یہ وہ تصویر ہے جو مردوں نے پیش کی ہے تاریخ کے اوراق پر جو عورت ابھرتی ہے اس کا کردار و عمل مرد کے تابع ہے۔۔۔۔ انسان کی یادداشت پر عورت کا سب سے پہلا عکس ایک مادر معبودہ کی صورت میں نظر آتا ہے لیکن اس تصوراتی تخلیق کا زمانہ متعین کرنا مشکل ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ پتھر کے عہد کا انسان جنگلوں میں شکار کرتا، دریاؤں سے مچھلیاں پکڑتا یا درختوں سے پھلتوڑتا تو ان مشاغل میں عورت یقیناً اس کے ساتھ ہوتی ہوں گی اس زمانے کی عورت مضبوط اور جنگجو ہونی چاہیے جسے مرد کے ساتھ ہی فطرت کے کھلے مظاہر کا سامنا کرنا پڑتا ہوگا۔ مرد کی ساتھی ہونے کے علاوہ یہ عورت ماں بھی تھی اور یہ اس کی ایسی اضافی خوبی تھی، جس سے مرد بہت زیادہ مرعوب تھا۔ وہ تخلیق کو عورت کا معجزہ سمجھتا تھا۔"(۲)

عورت اللہ کا سب سے حسین کرشمہ ہے جو حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ جذبات و احساسات، ایثار و قربانی، غم گساری، نازک خیالی، صبر و تحمل اور سلیقہ مندی جیسے اوصاف سے مزین ہے۔ عورت کبھی ماں، کبھی بہن، کبھی بیٹی تو کبھی بیوی کی حیثیت سے محبت و شفقت اور ایثار و قربانی کی مثال بن کر سامنے آتی ہے۔ دنیا کی تمام چھوٹی بڑی زبانوں میں شعری و نثری ادب کی روایت ملتی ہے۔ زبان ابلاغ کا بہترین وسیلہ اور ادب انسان کے جذبات و احساسات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ مشرقی و مغربی ادبیات میں مختلف موضوعات پر طبع آزمائی ملتی ہے۔ جن میں ایک محبوب موضوع "ماں" بھی ہے۔ عالم ادبیات میں "ماں" کے متنوع پہلو اور رنگ دکھائے گئے ہیں۔ جو ماں کے خلوص اور اولاد کے لیے اس کی بے لوث محبت کی صداقت پیش کرتے ہیں۔ مشرقی ادبیات کی طرح مغربی ادب میں بھی ماں کا کردار مثبت دکھایا گیا ہے سوائے چند ایک کرداروں میں جن میں ماں کو ظالم یا منفی کردار کے روپ میں دکھایا گیا ہے۔ فرانسیسی ادب ہو یا روسی، جاپانی ہو یا ایرانی، عربی ہو یا ہندی، انگریزی ہو یا دنیا کی کوئی بھی زبان یا ادب ہر ایک میں ماں کے کردار کی پیش کش بدرجہ اتم ملتی ہے۔ عالم ادبیات میں نثری ادب دو حصوں افسانوی ادب اور غیر افسانوی ادب میں منقسم ہے۔

افسانوی ادب میں داستان، ناول، ناولٹ، افسانہ، افسانچہ (مائیکرو فکشن) اور ڈرامہ جبکہ غیر افسانوی ادب میں خاکہ، سوانح عمری، آپ بیتی، مضمون، تنقید، تحقیق، کالم وغیرہ شامل ہیں ۔ عالمی ادب میں ماں کے کردار پر جو ناول لکھے گئے ہیں ان میں ایک ناول سوفی کی دنیا (SOPHIE,S WORLD) ہے جس کے مصنف جوسٹین گارڈر ہیں۔ وہ اوسلو میں پیدا ہوئے۔ آج کل ناروے کے ایک سکول میں ٹیچر ہیں اور مصنف ہیں۔ ناولوں کے علاوہ انہوں نے فلسفہ کی تاریخ اور مذہب پر کتابیں لکھیں۔ زیر نظر ناول "سوفی کی دنیا" ایک فلسفیانہ ناول ہے جس کا دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پیش نظر ناول کا اردو ترجمہ ابوالفرح ہمایوں نے کیا ہے۔ ناول کی ہیروئن کا نام سوفی ہے وہ ایک گاؤں میں رہتی تھی جس کے ارد گرد جنگل تھا اس کے گھر کے قریب ایک باغ بھی تھا۔ ایک دن اس نے اپنے باغ کا دروازہ کھولا اور اپنے ڈاک کے بکسے کو دیکھا حسب معمول اس میں فضول کاغذات بھرے ہوئے تھے۔ چند لفافے اس کی ماں کے لیے تھے جو اس نے اٹھا کر باورچی خانے میں رکھ دیے اور اپنے کمرے میں جا کر سکول کا ہوم ورک کرنے لگی۔ اس کا والد آئل ٹینکر کا کپتان تھا اور اکثر گھر سے باہر رہتا تھا۔ سوفی کے نام بھی ایک خط ملا جس میں ایک چٹ تھی اور مختصر سا یہ جملہ لکھا تھا "تم کون ہو؟" لیکن ارسال کرنے والے نے اپنا نام پتہ نہیں لکھا تھا۔ سوفی کو گھر میں پرندے اور جانور پالنے کا شوق بھی تھا لیکن اس کی ماں کو یہ سب پسند نہیں تھا۔ اس حوالے سے اقتباس دیکھیے:

> "جب کبھی سوفی کی ماں کو غصہ چڑھ جاتا وہ اپنے اچھے بھلے گھر کو چڑیا گھر سے تشبیہ دینے لگتی۔ سوفی اپنی ماں کے اس انداز تکلم سے خوب لطف اندوز ہوا کرتی۔ یہ تھی بھیا یک حقیقت کہ گھر میں طرح طرح کے چرند اور پرند موجود تھے تین عدد سنہری مچھلیاں، دو آسٹری طوطے، ایک سبز کچھوا، نارنجی رنگ کی بلی۔ سوفی کی ماں ان رنگ برنگے پرندوں اور جانوروں سے عاجز تھی۔ لہذا جب وہ کام پر باہر جاتی تو جان بوجھ کر رات ہونے سے قبل واپس نہ آتی۔" (۳)

سوفی کو اپنے لیٹر بکس میں دوسرے دن ایک اور نامعلوم خط ملتا ہے جس میں سوال لکھا گیا تھا کہ یہ دنیا کب اور کیسے وجود میں آئی؟ وہ حیران تھی، ایک شام جب اس کی ماں گھر آئی تو سوفی کو جھٹکا لگا کہ جس بکس میں اس نے نامعلوم فلفی کے خطوط سنبھال کر رکھے ہوئے تھے وہ بکس غائب تھا۔ اس نے اپنی امی سے پوچھا کہ کیا آپ اس نظریے کی حامل نہیں ہیں کہ ہم کیوں زندہ ہیں؟ اس کی ماں نے حیرت سے کہا! ہاں کبھی کبھی میں بھی اس بارے میں سوچتی ہوں اور وہ ناگوار تاثرات لیے کچن میں چلی گئی۔ اس نے سوفی کو تسلی بخش جواب نہ دیا۔ سوفی نے اپنی دوست جوانا سے بھی یہ سوالات پوچھے مگر وہ بھی خاموش رہی۔ ایک دن اسے ایک اور خط ملا جس میں اسے کائنات کے آغاز اور ضمیات وجود کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ ایک شام کو سوفی کی ماں دیر سے گھر آئی تو سوفی کو ایک خط دیا جب اس نے کھولا تو اس کے ذہن میں یہ سوالات گردش کر رہے تھے۔

۱۔ دنیا میں جو کچھ بھی پیدا کیا گیا ہے، کیا اس کی کوئی بنیادی دلیل یا حقیقت ہے؟

۲۔ کیا پانی خود بخود شراب میں تبدیل ہو سکتا ہے؟

۳۔ پانی اور زمیں کے ملاپ سے مینڈک کیسے پیدا ہوتے ہیں؟

سوفی لیٹر بکس کی نگرانی بھی کرتی تا کہ اسے معلوم ہو سکے کہ خط کون بکس میں ڈال جاتا ہے لیکن وہ اسے دیکھنے میں ناکام رہی تو آخر اس نے ایک خط لکھا کہ جناب عزت مآب فلسفہ دان ۔ آپ کے قیمتی مراسلات مل رہے ہیں، جن میں فلسفہ کی گراں قدر

معلومات ہوتی ہیں۔ مگر مجھے آپ کا نام تک معلوم نہیں۔ ، بہتر ہو گا کہ آپ کسی روز میرے گھر تشریف لائیں، تو ملاقات کا شرف بخشیں۔ ایک رات وہ جاگ رہی تھی کہ نصف شب ایک عمر رسیدہ آدمی جس نے ملٹری والوں کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی آیا اور لیٹر بکس میں خط ڈال کر غائب ہو گیا۔ سوفی اس کا پیچھا کرنے میں ناکام رہی، خط میں لکھا تھا کہ اگر تم مجھ سے خوشگوار تعلقات قائم رکھنا چاہتی ہو تو آئندہ میری سرگرمیوں پر نظر رکھنے کی کوشش مت کرنا۔ اور آخر میں اس نے اپنا نام البرٹو ناکس لکھا تھا۔ سوفی کی ماں یہ سمجھتی تھی کہ سوفی کو کوئی بوائے فرینڈ خط لکھتا ہے۔ ایک شام جب اس کی ماں کہیں گئی ہوئی تھی سوفی کو ایک لفافہ ملا جس میں وڈیو کیسٹ تھی اس نے وی-سی-آر پر چلائی تو دیکھا کہ ایک شخص جو اپنا نام البرٹو ناکس بتا رہا تھا۔ وہ ایتھر کے قلعہ پر کھڑے ہو کر تاریخی عمارات اور فلسفی شخصیات کا تعارف کرا رہا تھا۔ سقراط کا ذکر بھی کر رہا تھا۔ سوفی کو ایسے لگا جیسے وہ آدمی سکرین سے باہر آرہا ہے اس نے اس نے کیسٹ آف کر دی اور اپنے بستر پر جا کر سو گئی جب اس کی ماں کمرے میں آئی تو اس نے سوفی کا جگا کر پوچھا کیا بات ہے سوفی، تم تمام کپڑوں سمیت بستر میں گھسی ہوئی ہو؟ سوفی نے آنکھیں ملتے ہوئے بولی میں التھیر کی سیر کر رہی تھی یہ کہہ کر وہ دوبارہ سو گئی۔ ایک دن اسے یو سٹبکس سے چیز پوسٹ کارڈ وصول ہوئے جو ڈیئر ہلڈی کے نام لکھے گئے تھے اور اس میں وضاحت کی گئی تھی کہ کسی روز تمھاری ملاقات سوفی نامی لڑکی سے ہو گی۔ اس کی ایک سہیلی جو انا ہے وہ اس سلسلے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ سوفی اور اس کی سہیلی حیران رہ گئیں اور سوچنے لگیں کہ یقیناً یہ شخص جو بھی ہے ہم دونوں کو جانتا ہے۔ ایک ویران عمارت میں انہیں شیشہ نظر آیا سوفی اسے گھر لے آئی۔ ایک دن سوفی کو البرٹ ٹو کی کال آئی اور اس نے بتایا کہ اب وہ اس کو کوئی خط ارسال نہیں کریں کے بلکہ ملاقات کے ذریعے بات چیت کریں گے۔ پھر ان کی ملاقات ایک چرچ میں ہوئی البرٹ نے اس کو حضرت عیسیٰ، روم اور ترک کے متعلق تاریخی معلومات پر لیکچر دیا۔ سوفی کی ماں اس سے بوائے فرینڈ کے بارے میں پوچھتی مگر وہ ٹال مٹول کر جاتی۔

سوفی نے ماں کو بتایا کہ وہ سالگرہ منانا چاہتی ہے۔ اس کی ماں نے خوشی سے اجازت دے دی۔ اس نے ماں کو یہ بھی بتا دیا کہ البرٹو نامی ایک فلسفی سے اس کا رابطہ ہے وہ اسے فلسفہ کے سبق پڑھاتا ہے۔ امی نے کہا اسے سالگرہ پر مدعو کرو، میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔ سوفی نے ویڈیو کیسٹ کے ذریعے البرٹ کی شکل ماں کو دکھائی۔ البرٹ نے ایک کتاب سوفی کو ارسال کی جس کا نام "Sophies, World" تھا۔ اس نے ماں کو دکھائی تو ماں نے بتایا کہ اس کا مصنف کون ہے تو اوپر لکھا تھا۔ "البرٹ کانگ" ماں نے انکشاف کیا کہ لگتا ہے یہ کتاب البرٹ نے ہی لکھی ہے اور فرضی نام استعمال کیا ہے یہ کتاب سوفی کے بارے میں تھی۔ سوفی کی سالگرہ پر وہ شخص آیا۔ سوفی کی ماں نے اس کو خوش آمدید کہتے ہوئے بتایا کہ یہ شخص میری بیٹی کے فلسفے کے استاد ہیں اور جادوگر بھی ہیں۔ مذکورہ ناول میں مصنف نے ناول کی ہیروئن سوفی اور اس کی والدہ کے کردار کے ساتھ ساتھ سقراط سے لیکر سارتر تک کے نظریات کا اجمالی جائزہ پیش کر کے ایک نئی تکنیک کا خوب استعمال کیا ہے۔ اگر سوفی کی والدہ اپنی بیٹی کی حوصلہ افزائی نہ کرتی تو ممکن ہے سوفی تنہائی کا شکار ہو کر مایوسی میں مبتلا ہو جاتی اور وہ اس قابل نہ ہوتی کہ اس کی شخصیت پر کتاب لکھی جاتی۔

مغربی ادب میں ماں کے موضوع پر شائع ہونے والے ناولوں میں جس ناول نے عالمی شہرت حاصل کی اس میں میکسم گورکی کا ناول "ماں" سر فہرست ہے۔ گورکی کی کہانیوں اور ناول کے بے شمار زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں جن میں سعادت حسن منٹو اور اختر حسین رائے پوری وغیرہ شامل ہیں۔ زیر نظر ناول "ماں" کا اردو ترجمہ محمد حسن عسکری نے کیا ہے۔ مذکورہ ناول میں گورکی نے ماں کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ عالمی ادب میں ایک اور ناول "ڈاکٹر ژواگو" ہے جس کے مصنف بورس پیسترنگ کا نوبل انعام یافتہ ناول ہے۔ جس میں ماں کا اگرچہ ضمنی حوالہ موجود ہے لیکن خاصہ اہمیت کا حامل ہے۔ "Chasing the Lord" ایک انگریزی ناول ہے۔ جس

میں ماں کا ضمنی کردار موجود ہے۔ جس کے مصنف نعیم امین بھٹی ہیں اس کا اردو میں ترجمہ "خدا کا تعاقب" کے نام سے کیا گیا ہے۔۔ ناول کے مرکزی کردار کا نام انیڈریو ہے جو انشورنس کمپنی میں کام کرتا ہے اس کی والدہ اس کی ترقی اور خوشحالی کے لیے دعا گو رہتی ہے۔ اس نے اپنے کاروبار کا آغاز ٹائر شاپ سے کیا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد یہ کاروبار اس کے لیے سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ میٹرک پاس تھا۔ اس کے تین بچے تھے۔ ایک دن وہ خوشگوار موڈ میں گھر گیا تو اس کی بیوی نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ مجھے کاروبار میں فائدہ ہوا ہے۔ اس کی ماں نماز پڑھ رہی تھی اور اس کی کامیابی کی دعا مانگ رہی تھی۔ اس نے ماں کو سچ بتا دیا کہ اس کا کاروبار ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اب ہمارے بچوں کا کیا ہو گا؟ تو اس نے کہا اپنے بچوں کے لیے ماں کی محبت سب سے اہم ہوتی ہے۔ اس کی ماں نے جب اپنے بیٹے کو پریشان دیکھا تو کہا:

> "تمھارے ہاتھ سونے کے ہیں بیٹا۔۔۔۔۔۔ اس کی ماں نے مسکراتے ہوئے کہا! تم دنیا کو فتح کر سکتے ہو، لہذا فکر کرنے کی ضرورت نہیں! ہاں ماں! اس نے جواب دیا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم آج کل بہت مایوس ہو لیکن پیارے انیڈریو انسان کے کیے لازم ہے کہ وہ رب کے سامنے عاجزی کرے۔"(۴)

وہ ماں کی حوصلہ افزائی سے ناامید نہ ہوا اور یزالے کر لبنان چلا گیا اور خوب محنت کرنے لگا وہ ہر ماں ڈالر اپنی بیوی کو بھیج دیتا ان کا سارا قرض بھی اتر گیا۔ اس کا لبنان میں کفیل مارک تھا ایک دن وہ اس کے ساتھ سیر پر گیا ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہو کر جاں بحق ہو گیا اس کی میت کو پاکستان بھجوا دیا گیا۔ اس کی ماں اور بیوی اور بچوں کو بہت صدمہ ہوا۔ مارک نے اس کی رسومات کے اخراجات ادا کیے۔ مذکورہ ناول میں ماں کے حوالے سے محمد شفیق احمد رقم طراز ہیں:

> "کتاب "خدا کا تعاقب" میں ماں کی مامتا اور ایک بیٹے کے معاشی مسائل کو بھرپور طریقے سے اجاگر کیا گیا ہے۔ جو ہمارے معاشرے اور موجودہ معاشرتی زندگی کے حالات کی منظر کشی کرتی ہے۔ کیوں کہ جب کسی ماں کا بیٹا اپنے گھر سے دور کسی اجنبی ملک میں روزگار کی تلاش کے لیے جاتا ہے تو اس کی ماں پر کیا بہتیتی ہے۔ یہ صرف وہی جانتی ہے۔ مصنف نے زندگی کے اس پہلو پر بڑے احسن طریقے سے روشنی ڈالی ہے۔"(۵)

عالمی ادب میں ماں کے کردار کے حوالے سے لکھے گئے افسانوں میں اٹلی کے افسانہ نگار لوئجی پیرن ڈیل Luigi (Pirandello) کا افسانہ "جنگ" (war) ہے۔ اس افسانے کے پلاٹ کے مطابق یہ کہانی روم کے ان چند مسافروں کی ہے، جو جنگ کے دنوں میں روم سے ٹرین کے ذریعے سلمونہ نامی ایک قصبے میں جا رہے ہوتے ہیں۔ اس افسانے میں افسانہ نگار نے یہ حقیقت عیاں کی ہے کہ بیٹے کی جدائی خواہ وہ وطن کے لیے ہی کیوں نہ ہو نہ صرف ماں بلکہ باپ کے لیے بھی سوہان روح ہوتی ہے۔ ماں کے موضوع پر افسانہ لکھنے والے مغربی افسانہ نگاروں میں ایک نام لو ہسون (LU HSUN) کا بھی ہے جن کا تعلق چین سے ہے۔ وہ چینی زبان میں لکھتے ہیں زیر نظر افسانہ "میرا پرانا گھر" (My Old House) کا اردو میں ترجمہ سلیم صدیقی نے کیا ہے۔ ماں کے موضوع پر مغربی ادب میں لکھا جانے والا ایک افسانہ "شیث" جسے آئر لینڈ کے معروف فکشن نگار فرینک اوکانر نے انگریزی میں لکھا جس کا اردو ترجمہ حسن ہاشمی نے کیا۔ جرمنی کے معروف کہانی نویس برتولت بریخت کی کتاب "ٹیلر فرام دی کیلنڈر" جرمنی سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی۔

مذکورہ کتاب حکایات، کہانیوں اور نظموں پر مشتمل ہے۔ جس کی ایک کہانی کا محمد خالد اختر نے "دو بیٹے" کے عنوان سے اردو میں ترجمہ کیا۔ "دو بیٹے" دوسری جنگ عظیم کے پس منظر میں لکھی گئی ایک مختصر حکایت ہے۔ جس میں دہقان کی بیوی کا کردار پیش کیا گیا ہے جو اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتی ہے۔ ۱۹۴۵ء کی جنگ جو ہٹلر سے منسوب ہے، اپنے اختتام پر پہنچنے والی تھی۔ ناتالیا گنزبرگ کے انگریزی افسانے کا "ماں" عنوان سے اردو ترجمہ کمال ابدالی نے کیا ہے۔ مذکورہ افسانے میں "ماں" کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں جس خاتون کا ذکر ہے اس کا نام نہیں بتایا گیا۔ یہ خاتون دو لڑکوں کی ماں ہے اور دیکھنے میں کم سن اور خوبصورت لگتی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے کاموں میں مصروف رہتی ہے۔ کیونکہ دوسرے بیٹے کی پیدائش کے بعد اس کا خاوند فوت ہو چکا ہے۔ وہ باہر کسی دفتر میں کام کرتی ہے اور دفتر سے واپس لوٹنے کے بعد گھر اور باہر کے دیگر امور سنبھالتی ہے۔ افسانے کی روشنی میں ایک طرف تو وہ خاتون بہت ذمہ دار اور محنتی ماں کے روپ میں سامنے آئی ہے۔

جس نے خاوند کی موت کے بعد سارے گھر کی ذمہ داریاں اپنے نازک کندھوں پر اٹھالی تھیں دوسری طرف وہ نفسیاتی اور جذباتی طور پر احساس کمتری کا شکار تھی ایک مخلص ہم سفر کی کمی اسے محسوس ہوتی تھی اس لیے اپنی تنہائی کو دور کرنے کے لیے اس نے باہر ایک مرد سے دوستی بھی کر لی تھی۔ لیکن وہاں بھی اس کی لاحاصل خواہشات نے اسے آسودگی سے محروم رکھا اور وہ زندگی سے جنگ ہار گئی اور اپنے تمام تر فرائض اور ذمہ داریوں کو بالائے طاق رکھ کر خودکشی کا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ مغربی ادب میں ڈراما نگاری کا ایک اہم اور مشہور نام ولیم شیکسپیئر ہے۔ ان کی بے شمار تصانیف مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ ان کا ایک مشہور ڈراما "ہیملٹ" ہے جس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ زیر نظر کتاب کے مترجم فراق گورکھپوری ہیں۔ اس ڈرامے میں ہیملٹ کی ماں کا کردار بھی ہے۔ ڈرامے کی کہانی کچھ یوں ہے کہ ڈنمارک کے بادشاہ کی ملکہ بیوہ ہو جاتی ہے اور صرف دو ماہ بعد وہ بادشاہ کے بھائی کلاڈیس سے شادی کر لیتی ہے۔ اس اچانک واقعہ سے ڈنمارک کے لوگ حیران ہوتے ہیں اور شک کرتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ کلاڈیس نے اپنے بھائی بادشاہ کو قتل کرایا ہے تاکہ وہ ملکہ سے شادی کر سکے اور حکومت بھی کرے۔ اس المناک واقعہ سے بادشاہ کا بیٹا ہیملٹ بھی متاثر ہوتا ہے کیوں کہ وہ اپنے والد سے بہت محبت کرتا ہے اسے اپنے باپ کی موت اور ماں کی بے وفائی کا بہت دکھ ہوتا ہے۔ شکسپیئر نے یہاں ماں کے کردار کی عظمت کو بلند کیا ہے اگرچہ ہیملٹ کی ماں قصوروار ہے اور وہ بھی قتل کی سازش میں شریک ہے۔ اس نے اپنے خاوند سے بے وفائی بھی کی ہے لیکن ڈرامہ نگار (شیکسپیئر) ہیملٹ کے مقتول والد کی زبانی یہ کہہ کر قارئین کو حیران کر دیتا ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ برا سلوک نہ کرنا، اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا، اس کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دینا، اس کا ضمیر اسے سزا دے گا۔ ہیملٹ اپنے والد کی روح سے انتقام کا وعدہ کرتا ہے۔

ماں کا کردار دیگر اصناف کی طرح مغربی آپ بیتیوں میں بھی موجود ہے۔ مغربی رائٹرز جنہوں نے اپنی آپ بیتی میں ماں کے موضوع پر بھی روشنی ڈالی ہے ان میں ایک نام ابراہام لنکن کا بھی ہے جو امریکہ کے صدر اور امریکہ میں نسل پرستی کے خاتمے کے علمبردار تھے۔ ان کی سوانح عمری اسٹرلنگ نارتھ نے لکھی ہے جن کا اردو میں ترجمہ حامد حسن قادری نے کیا ہے۔ غریب لوگ اپنی ماں کو کبھی فراموش نہیں کرتے خواہ وہ اپنے ملک کے صدر ہی کیوں نہ بن جائیں۔ مذکورہ آپ بیتی میں انہوں نے اپنی ماں کا بھی بھرپور اور اچھے انداز میں ذکر کیا ہے۔ ابراہام لنکن کے والد نے دو شادیاں کی تھیں جب ابراہام کے والد نے دوسری شادی کی تو ابراہام ابھی چھوٹا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ دوسری ماں پتہ نہیں کیسی ہو گی۔ اس کا خیال بھی رکھے گی یا نہیں، کھانا بھی دے گی یا نہیں مگر اس کی ماں سارا بش ایک شفیق اور اچھی ماں ثابت ہوئیں۔ ابراہام اور اس کی بہن اپنی نئی ماں سے بہت جلد مانوس ہو گئے اور ان کو یہ احساس نہ ہوا کہ وہ ان

کی سوتیلی ماں ہے یہی وجہ ہے کہ ابراہام لنکن اپنی پوری زندگی اپنی سوتیلی ماں کا ذکر بھی حقیقی ماں کی طرح کرتا رہا۔ سارا بش ان بچوں کے الجھے ہوئے بالوں میں کنگھا کرتیں، کپڑے دھو کر پہناتیں، ان کو کہانیاں سناتیں اور اپنے کردار و عمل سے یہ ثابت کرتیں کہ وہ ان کی سوتیلی نہیں حقیقی والدہ ہیں۔ برمنگھم برطانیہ میں مقیم پاکستانی نژاد جاوید اختر چودھری کی آپ بیتی "کچھ مہرباں کچھ نامہرباں موسم" (حصہ اول) میں ایک باب بعنوان !ماں، محبت کی ایک ایسی چاندنی ہے" کے عنوان سے ہے جس میں مصنف نے اپنی ماں کا ذکر بہت عقیدت سے کیا ہے۔ عالمی ادب میں ایک اور آپ بیتی امریکن نابینا لکھاری ہیلن کیلر کی ہے "میری کہانی" کے عنوان سے ہے۔ جس میں انہوں نے اپنی ماں کا ذکر کیا ہے۔ جب ہیلن کم سنی میں نابینا ہو گئیں تو ان کی والدہ نے ان کا بہت خیال رکھا۔ وہ اپنی والدہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> "مجھے بالکل یاد نہیں آتا کہ بیماری کے بعد پہلے مہینے میں کیا ہوا! میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں ماں کی گود میں بیٹھی رہتی، یا ماں جب گھریلو کام کر رہی ہوتیں تو ان کے لباس سے چمٹی رہتی۔ میرے ہاتھ ہر ایک چیز کو محسوس کرتے اور ہر ایک حرکت کا مشاہدہ کرتے۔ اس طرح میں نے بہت سی باتیں سیکھ لیں۔"(۶)

عالمی ادب میں ایک معروف رائٹر میکسم گورکی ہیں جنہوں نے اپنے ناول "ماں" سے شہرت پائی۔ انھوں نے اپنی آپ بیتی بھی لکھی ہے جس میں انہوں نے ماں کے کردار کو بہت احسن انداز سے پیش کیا ہے۔ انگریز مصنف بیر لڈیم نے سکندر اعظم کی سوانح عمری لکھی ہے۔ اس کے ناشر عبدالقادر نے اردو ترجمے کے ساتھ شائع کی ہے۔ سکندر اعظم یونان کا سب سے بڑا فاتح تھا وہ ارسطو کا شاگرد تھا مذکورہ کتاب کے مترجم غلام رسول مہر نے پہلے باب "سورج کے رتھ کی گزرگاہ" میں سکندر اعظم کی ابتدائی زندگی اور تعلیم و تربیت کے ذکر کے ساتھ اس کی ماں اور باپ کا حوالہ بھی دیا ہے۔۔۔ مسولینی نے " My Autobiography" کے عنوان سے اپنی خود نوشت تحریر کی جو پہلی بار ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔ ان کی آپ بیتی کا اردو ترجمہ "داستان مسولینی" کے عنوان سے کیا گیا ہے۔۔ مسولینی اپنی والدہ کے متعلق لکھتے ہیں:

> "میری والدہ نے میرے واسطے کیا کیا دکھ سہے تھے۔ جب میں گھر نکل گیا تھا اور جو جی چاہتا تھا کرتا تھا وہ بچاری فکر میں ڈوبی ہوئی اپنے دن گزارتی تھی۔ اسی نے تو کہا تھا کہ میں بڑا ہونہار نکلوں گا۔ اسی نے اس قدر دکھ اٹھائے اور امیدیں باندھیں مگر ابھی اڑتالیس برس کی نہ ہونے پائی تھی کہ اس عالم فانی سے چل دی۔ الغرض میری والدہ نے اپنی طاقت سے بڑھ کر محنت کی تھی۔ کاش کہ وہ اب زندہ ہوتی۔ اور میری سیاسی کامیابی دیکھ کر خوش ہوتی۔ جیسا کہ ماں کو قدرتی خوشی ہونی چاہیے۔۔۔۔۔ میری والدہ ابھی بھی مجھے عالم ملکوت سے دیکھ رہی ہے اور اپنی بے مثل محبت سے میری مدد کر رہی ہے۔"(۷)

مسولینی جیسا کامیاب حکمران اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ اس کی کامیابی کا انحصار ان کی والدہ کی محنت، تعاون اور دعاؤں پر ہے۔ "ماں" اپنی اولاد کی پہلی معلمہ ہوتی ہے اور ایک قابل استاد کی طرح اپنے شاگرد کی راہنمائی کرتی ہے اور اسے کامیابی کی بلندیوں تک لے جاتی ہے۔ مسولینی کی والدہ نے ہمیشہ ان کا حوصلہ بڑھایا اور مشکلات میں ان کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہ ماں کی محنت

اور دعائیں ہی تھیں کہ جس نے والدہ کی وفات کے بعد بھی بیٹے کو مضبوط اور پر عزم بنائے رکھا اور آج ان کا شمار دنیا کے بہترین حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ عالمی ادب میں کچھ معروف شخصیات اور سائنس دان ایسے بھی ہیں جن کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں ان کی ماں کا کردار لازوال ہے۔ ایسے ہی کرداروں میں ایک کردار معروف موجود تھامس ایڈیسن کا بھی ہے۔ جو بلب اور گراموفون کے موجد بھی ہیں۔ ان کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ جب یہ بچپن میں شدید بخار کے باعث سماعت سے محروم ہو گئے تو ان کو سپیشل ایجوکیشن سکول میں داخل کرایا گیا۔ ایک دن اس کے ٹیچر نے ایک رقعہ لکھ کر اس کو دیا اور کہا کہ اپنی امی کو دے دینا۔ جب وہ گھر گیا اور اپنی امی کو ٹیچر کا خط دیا تو امی پڑھ کر حیران اور پریشان رہ گئیں اس میں لکھا تھا:

"آپ کا بیٹا انتہائی غبی (کند ذہن) اور ناکارہ بچہ ہے۔ ہم اسے مزید سکول میں نہیں رکھ سکتے۔"

اس کی ماں بہت ذہین اور شفیق خاتون تھیں انھوں نے اس خط کو بند کر کے ایک صندوق میں ڈال دیا اور اپنے بیٹے کو بلند آواز میں خط پڑھ کر سنایا:

"تمھارا بیٹا ایک جینیس ہے۔ یہ سکول اس کے لیے بہت چھوٹا ہے اور یہاں اتنے اچھے استاد نہیں کہ اسے پڑھا سکیں سو آپ اسے خود ہی پڑھائیں۔"

آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ بچہ جسے ٹیچر نے کند ذہن اور ناکارہ قرار دیا تھا اپنے عہد کا موجد بنا اور اس نے بلب اور گراموفون ایجاد کیے۔ ماں کی عظمت کا حوالہ دنیا کی دوسری زبانوں اور ادب کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں بھی بھرپور انداز سے سامنے آیا ہے۔ اردو شاعری میں ماں کے کردار کے موضوع پر نظمیں اور اشعار لکھے گئے ہیں مثال کے طور پر شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کی نظم "والدہ مرحومہ کی یاد میں" ماں کے کردار اور شفقت کے حوالے سے لازوال نظم ہے جسے مرثیہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ شاعری اور نثر کے علاوہ قرآن و حدیث اور تاریخ میں بھی ماں کی عظمت اور علامت کے حوالے ملتے ہیں اس تناظر میں ڈاکٹر عاصی کرنالی لکھتے ہیں:

"ماں ایک وجود ہی نہیں بلکہ مامتا کی ایک آفاقی علامت ہے۔ کوئی اور انسانی رشتہ اس رشتے کی ہم سری نہیں کر سکتا۔ قرآن، احادیث، تاریخ، اخلاقیات اور ادب اس رشتے کی برکات سے معمور اور اس کی مثالوں سے پُر ہیں۔"(۸)

دیگر زبانوں کی طرح اردو ادب کی مختلف اصناف بالخصوص ناول، ڈرامہ، افسانہ، خاکہ، آپ بیتی، مضامین، کالم اور مکتوبات میں بھی "ماں" کی محبت، کردار، مقام و مرتبہ اور ضرورت و اہمیت کے متعلق بھرپور انداز میں اظہار عقیدت ملتا ہے۔ "ماں" زندگی اور معاشرے کا وہ لازوال کردار ہے جو تاحیات اپنی اولاد کے دکھ سکھ، خوشی و غم، خیر و شر اور نشیب و فراز کی ضامن ہے۔ "ماں" دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی عالم ارواح میں اپنی اولاد کے لیے دعا گو رہتی ہے۔ ماں کا وجود ممتا میں گوندھا ہوا ہوتا ہے۔ اس تناظر میں "کلیلہ و دمنہ" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے جو حکایاتی کہانیوں یا داستان پر مشتمل ہے۔ اس میں شیر کی ماں کا کردار ثابت قدمی، بلند حوصلگی، صداقت اور اپنی اولاد سے بے پناہ محبت کا مظہر ہے۔ ماں اپنے بچے کو جھوٹے الزامات اور سزا سے بچانے کے لیے سخت کوشی کا مظاہرہ کرتی ہے اور گواہی دیتی ہے کہ اصلی مجرم دمنہ ہے۔ اس کے علاوہ متعدد داستانوں میں "ماں" کا کردار مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

داستان کے علاوہ ناول میں بھی "ماں" کے موضوع پر طبع آزمائی ملتی ہے۔ اردو ناول میں "ماں" کے کردار کی پیشکش کے حوالے سے رضیہ بٹ کے ناول "اماں" کا، مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس ناول میں رضیہ بٹ نے ماں کی عظمت کو خوب بیان کیا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جب تک اماں زندہ ہوتی ہے گھر میں برکتیں نازل ہوتی ہیں وہ سب اہل خانہ کی حفاظت کرتی ہے مگر اس کی وفات کے بعد گھر میں خلا ہو جاتا ہے اور بچوں کی تربیت متاثر ہوتی ہے۔ اردو ناول میں "ماں" کے کردار کے حوالے سے "آنگن" خدیجہ مستور "ماں بیٹی" (حسن منظر) "ماں" (شجاعت علی راہی) "نانی اماں کی عینک" (مرزا ادیب) اور عبیدہ سمیع الزماں کا ناول "چمن کو چلیئے" بھی خاصے کی چیز ہے۔

جن افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوی سفر کا آغاز "ماں" پر افسانہ لکھ کر کیا ان میں ابراہیم جلیس، قدرت اللہ شہاب، پریم چند، سلطان حیدر جوش، سدرشن بدری ناتھ، اوپندر ناتھ اشک، ہنس راج رہبر، رشید جہاں، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، احمد ندیم قاسمی، واجدہ تبسم و دیگر کے نام سر فہرست ہیں۔ افسانوں کے علاوہ اردو ڈراموں میں بھی ماں کا کردار نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔۔ آغا حشر کاشمیری کا شہرہ آفاق ڈرامہ "رستم و سہراب" میں رستم کی بیوی اور سہراب کی ماں تہمینہ رستم کی جانے کے بعد اپنے بیٹے سہراب کو جنم دیتی ہے۔ سہراب کی پرورش اس طرح کرتی ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرح بہادری کی مثال قائم کرتا ہے۔ تہمینہ اکیلی بیٹے کو ماں اور باپ دونوں کا پیار دیتی ہے۔ اسی طرح بہت سے ڈراموں میں ماں کا کردار ایثار اور قربانی کا پیکر بن کر سامنے آتا ہے۔ فکشن کے علاوہ نان فکشن میں بھی کئی اصناف ایسی ہیں جن میں ماں کا ذکر ملتا ہے۔ اس حوالے سے آپ بیتی، مضمون، کالم، خاکہ اور مکتوب وغیرہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ احسان دانش، جوش ملیح آبادی، قرۃ العین حیدر، اشفاق احمد، بانو قدسیہ اور حبیب جالب سمیت متعدد خود نوشت نگاروں کی آپ بیتیوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر حبیب جالب نے اپنی آپ بیتی میں ماں کا احوال بیان کیا ہے۔ انہوں نے اپنی آپ بیتی "جالب بیتی" میں اپنی والدہ کا مفصل ذکر کیا ہے۔ جس کو ان کے بھائی سعید پرویز نے "اماں، حبیب جالب" کی والدہ کی کہانی سعید پرویز کی زبانی کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ وہ اپنی اور حبیب جالب کی زبانی ماں کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اپنی والدہ کے بارے میں بتادوں کہ میں انہی کی وجہ سے یہاں بیٹھا اردو بول رہا ہوں۔ یہ انہی کی دین ہے۔"(۹)

حبیب جالب کی والدہ کی کہانی سعید پرویز کی زبانی" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جالب کی والدہ کا نام رابعہ بصری تھا۔ ماں نے جلد ہی حبیب جالب کو شاعر تسلیم کر لیا تھا۔ وہ ان کی شاعری کو سراہتیں جب ایک مشاعرے میں جالب گرفتار ہوئے اور ان کی والدہ کو خبر ملی تو پریشان ہو گئیں۔ مگر جب انہیں یہ پتہ چلا کہ ان کا بیٹا مزدوروں کے لیے گرفتار ہوا ہے تو خوش ہو گئیں۔ ان کی کامیابی کا انحصار ان کی والدہ کی دعاؤں پر رہا۔ جوش ملیح آبادی نے اپنی آپ بیتی "یادوں کی بارات" میں اپنی ماں کی زندگی کا مکمل احوال "میری ماں" کے عنوان سے لکھا ہے۔ میر زا ادیب نے اپنی آپ بیتی "مٹی کا دیا" میں اپنی دادی اماں اور امی کا ذکر کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میر زا ادیب کی پیدائش اپنے والدین کے گھر ہوئی مگر جب ان کی عمر ساڑھے چار سال کی ہوئی تو ان کو دادی اماں اپنے گھر لے گئیں۔ ان کے دادا بھی عالم فاضل آدمی تھے۔ کتابوں کے مطالعہ کے شوقین تھے۔ اکثر لوگ ان سے کتابیں مانگ کر لے جاتے تھے۔ میر زا ادیب کی والدہ بہت صابر اور شاکر خاتون تھیں۔ وہ دوسروں کے احساسات و جذبات کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ اس حوالے سے میر زا ادیب لکھتے ہیں:

> "انھوں نے اپنے لیے کبھی کچھ طلب نہ کیا۔ گھر کے سب افراد کو کھانا کھلا کر جو کچھ بھی بچ جاتا اس سے پیٹ بھر لیتیں۔ ناشتے میں گھر والوں کو تازہ روٹیاں پکا کر

دیتیں اور خود رات کی بچی ہوئی روٹی توے پر گرم کر کے دہی یا تھوڑے سے
دودھ کے ساتھ کھا لیتیں۔ اپنے لیے اہتمام وہ اس طرح کرتی تھیں جیسے یہ بھی
کوئی روزمرہ کا ہی معمول ہے اور وہ اسے اسی احساس کے ساتھ کرتی تھیں جس
احساس سے دوسرے کام انجام دیتی تھیں۔"(۱۰)

اسی طرح انعام الحق کی "ایام رفتہ" میں بھی ماں کا کردار بخوبی اجاگر کیا گیا ہے۔ مصنف کے بقول انہیں دیندار آدمی بنانے میں ان کی ماں نے کلیدی کردار ادا کیا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر ماں نیک اور صالح ہو تو اولاد کو بھی نیک بناتی ہے۔ بعض خاکہ نگاروں نے اپنے شخصی خاکوں میں ماں جیسی عظیم ہستی کو موضوع بنا کر اس پر خاکے لکھے ہیں۔ جن میں ممتاز مفتی "باندی"، اشفاق احمد کا ""اماں سردار بیگم"، "ماں جی"، محمد حامد سراج کا "میا"، ڈاکٹر مختار ظفر کا "بی بی جی، شفقت و ایثار کا مرقع" اور دیگر خاکہ نگاروں کی تحاریر کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ دیگر اصناف کی طرح مضمون نگاروں نے بھی اپنے مضامین میں ماں کے کردار کو موضوع بنایا ہے اور ماں کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔۔ شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی کے مضمون "میری ماں" کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ماں ایک ایسا گھنا درخت ہے جو خود تو مصیبتوں کی دھوپ میں جلتا ہے لیکن اپنی اولاد کو رحمت کا سایہ دیتا ہے۔ ماں خود ہر طرح کا نقصان برداشت کرنے کو تیار رہتی ہے لیکن اپنی اولاد پر آنچ تک نہیں آنے دیتی اسلام نے بھی والدین میں سے ماں کو زیادہ فوقیت دی ہے۔ ان کا ایک اور مضمون "ایک دکھی ماں کے تین خطوط" بھی بڑا اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح چودھری افضل حق کے ایک مضمون "رسول اکرمؐ کی والدہ ماجدہ" میں اس واقعے کا احوال بیان کیا گیا ہے، جب حضرت آمنہ نے اپنے لختِ جگر کو اس زمانے کے دستور کے مطابق دائی حلیمہؓ کے سپرد کرتی ہیں۔ ایک ماں ہونے کی حیثیت سے ان کے جذبات اور احساسات کیا تھے، اس حوالے سے مذکورہ مضمون میں وضاحت ملتی ہے، ان کے علاوہ سید ضمیر جعفری، منو بھائی، اسد محمد خان، ندا فاضلی، بشریٰ رحمٰن، کشور ناہید، نذیر لغاری، بینظیر بھٹو، مولانا عبدالستار ایدھی، محمد حنیف رامے، ملک معراج خالد، جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ، رضی الدین رضی، شاکر حسین شاکر، ڈاکٹر شگفتہ حسین، بشریٰ اعجاز، جاوید چودھری، محمد سجاد جہانیاں، ڈاکٹر علی محمد خان، ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر و دیگر مضمون نویسوں کے ہاں بھی ماں کا ذکر ملتا ہے۔ اردو افسانوں میں "ماں" کا کردار جا بجا ملتا ہے۔ متعدد افسانہ نگاروں نے ماں کی ماتا کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ اردو افسانوں میں کہیں ماں کا کردار کلی اور کہیں جزوی طور پر موجود ہے۔ ماں کی زبانی عورتوں کے مسائل، معاشرتی استحصال، زمانے کے نشیب و فراز، خیر و شر کے تصادم، عورت کی مظلومیت، اولاد سے بے لوث محبت، قربانی کا جذبہ، اولاد کی اصلاح اور ماں کے مقام و مرتبے سے آگاہ کیا ہے۔ ذکیہ مشہدی کا افسانہ "ماں" منی کی کہانی ہے جو اپنے تین مفلوج بچوں کو اکیلی پالنے پر مجبور ہے۔ اس کا شوہر اسمگلنگ کے الزام میں جیل میں قید ہے۔ منی گنگا سے مچھلیاں پکڑ کر سستے داموں بیچتی ہے اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہے۔ بقول افسانہ نگار:

"منی ذات کی ملاح نہیں تھی لیکن پچھلے بارہ تیرہ سال سے دیئرا میں بنی اس
جھونپڑی میں رہنے اور شوہر کی موٹر کوٹ چلانے کے پیشے کی وجہ سے وہ گنگا اور
گنگا میں بسی مچھلیوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی تھی۔"(۱۱)

منی کو سخت سردی اور موسم کی خرابی سے کوئی فرق نہیں پڑتا یہاں تک کہ اس کے سامنے سانپ بھی آجائے تو وہ اسے دیکھ کر نہیں گھبراتی۔ اس کے اندر ممتا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ نا صرف اپنے بچوں کا بلکہ جانوروں اور پرندوں کا بھی خیال رکھتی ہے۔ اس کے گھر میں مرغیاں ہیں جو باہر سردی میں ٹاپے سے باہر نکال کر اندر لانا چاہتی ہے تاکہ ان کی جان بچا سکے۔ وہ روزی کمانے

کے لیے در در ٹھوکریں کھاتی ہے۔ جب کبھی شام کو اس کی مچھلیاں بچ جائیں تو بہت کم قیمت میں دے دیتی ہے تا کہ بڑے نقصان سے بچ سکے اور کچھ پیسے بھی مل جائیں۔ اسے اپنے شوہر کی بھی فکر نہ تھی کیونکہ وہ دن رات بس اپنے بچوں کی خدمت میں صرف کرتی تھی۔ لیکن جب اس کے گھر ایک مہمان آتا ہے تو وہ مہمان نوازی کے سارے فریضے انجام دیتی ہے۔ مذکورہ بالا افسانہ ایک طرف تو ایک ماں کی اپنی اولاد کے لیے محبت اور قربانی کے جذبے کو عیاں کرتا ہے تو دوسری طرف عورت کے جذبات کی بھی عکاسی کرتا ہے جو شوہر سے دور ہو کر رنجیدہ ہے اور جدائی کی آگ میں جل رہی ہے جب اسے مالک کی ہمدردی کا سہارا ملتا ہے تو وہ ان کے ساتھ اپنے سارے غم بھول جاتی ہے۔ اور ایک محبوبہ کی طرح اس کے بستر پر پسر جاتی ہے۔ اور ایک ماں کی طرح مالک کی تمام لاحاصل خواہشات کو پوری کرنے لگتی ہے۔ اپنی تمام تر خواہشات اور مسائل کو ترک کر کے منی کو صرف اپنے بچوں کا خیال تھا۔

ایک ماں کے لیے دنیا میں اس کی اولاد سے بڑھ کر کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی۔ ماں کی ممتا اور اردو افسانے میں ماں کے کردار کے حوالے سے اردو ادب میں بے شمار لازوال افسانے موجود ہیں۔ اس تناظر میں علامہ راشد الخیری کا "محروم وراثت"، "پرستار محبت"، پریم چند کا افسانہ "ماں کا دل" "ممتا"، "بدنصیب ماں" اور "حج اکبر"، کرشن چندر کا "ممتا"، راجندر سنگھ بیدی کا "کوکھ جلی"، عصمت چغتائی کا "کلو کی ماں"، احمد ندیم قاسمی کا "ماں"، "مائیں"، "ممتا"، ممتاز مفتی کا "ممتا کا بھید"، ڈاکٹر سلیم اختر کا "ماں بیٹا"، شائستہ فاخری کا "صوفی آپا"، شفیق الرحمٰن الٰہ آبادی کا "ماں بن آنگن سونا"، طاہرہ اقبال کا افسانہ "ماں بیٹا اور "، سلطان حیدر جوش کا "سوتیلی ماں" ، سدرشن بدری ناتھ کا "ماں کی ممتا"، اوپندر ناتھ اشک کا "چیتن کی ماں، پروفیسر محمد یونس حسرت کا "اماں جان"، حسن ذکی کاظمی کا "ماں کے پاؤں کے نیچے"، اشتیاق احمد کا "سگی ماں" و دیگر کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف اداروں اور ادبی تنظیموں کے زیر اہتمام اس عظیم ہستی (ماں) کے موضوع پر کہانی و افسانہ نویسی کے مقابلے کرائے گئے۔ جن میں ملکی و غیر ملکی افسانہ نگاروں نے بھرپور حصہ لیا۔ جن رسائل کے "ماں نمبر" شائع ہوئے ان رسائل میں ماہنامہ "انوکھی کہانیاں"، ذوق و شوق، پھول، تعلیم تربیت، نٹ کھٹ، پیغام ڈائجسٹ، مجاہد، ساتھی اور سپوتنک کے نام سر فہرست ہیں۔ باب ہذا میں اردو افسانے کی ماں کے کردار کے حوالے سے ایک مختصر روایت پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا تمام افسانوں اور کتب و رسائل کے علاوہ بھی ادبیات پاک و ہند میں اس موضوع پر متعدد تحاریر مل جاتی ہیں۔ ماں کے کئی روپ ہیں اور ماں کی محبت، خلوص، قربانی، ایثار اور درگزر کے جذبے کا کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا۔ متعدد ادباء نے اس مقدس رشتے کے متنوع پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو، لاہور، اقبال اکادمی، ۲۰۱۸ء، ص:۶۰۶

۲۔ عصمت جمیل، ڈاکٹر، اردو افسانہ اور عورت، ملتان، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۱ء، ص:۱۴-۱۳

۳۔ جوسٹین گارڈر، سوفی کی دنیا، کراچی، سٹی بک پوائنٹ،، ۲۰۱۲ء، ص:۶

۴۔ نعیم امین بھٹی، خدا کا تعاقب، وہاڑی، دی سائنٹیفک پبلشرز،، س۔ن، ص:۱۸

۵۔ محمد شفیق احمد (فلیپ)، (مشمولہ)، خدا کا تعاقب، ص:۴

۶۔ ہیلن کیلر، میری کہانی (مترجم۔ آبناس ارشد)، لاہور، العصر پبلی کیشنز، اگست ۲۰۰۸ء، ص:۲۴

۷۔ بینٹو مسولینی، داستان مسولینی، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۲ء، ص:۲۸

۸۔ عاصی کرنالی، ڈاکٹر، مشمولہ، ماں اور مامتا، (شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)، ملتان، بیکن بکس ۲۰۱۰ء، ص:۱۱

۹۔ سعید پرویز، اماں، حبیب جالب، کراچی، جالب پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ص:۹

۱۰۔ میرزا ادیب، مٹی کا دیا، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۲۰۱۲ء، ص:۱۷۱-۲

۱۱۔ یوسف حسین خان، یادوں کی دنیا، لاہور، بکس ہاؤس، ۱۹۹۴ء، ص:۵۰-۴۹

References in Roman Script:

1. Muhammad Iqbal, Allama, *Kulliyat-e-Iqbal Urdu*, Lahore, Iqbal Academy, 2018, p. 606
2. Ismat Jameel, Dr., *Urdu Afsana aur Aurat*, Multan, Bahauddin Zakariya University, 2001, p. 13–14
3. Jostein Gaarder, *Sophie ki Duniya*, Karachi, City Book Point, 2012, p. 6
4. Naeem Ameen Bhatti, *Khuda ka Taaqub*, Vehari, The Scientific Publishers, s.n., p. 18
5. Muhammad Shafiq Ahmad (Flap), (Mashmoola), *Khuda ka Taaqub*, p. 4
6. Helen Keller, *Meri Kahani* (Mutarjim: Aabnas Arshad), Lahore, Al-Asr Publications, August 2008, p. 24
7. Benito Mussolini, *Dastan Mussolini*, Lahore, Fiction House, 2012, p. 28
8. Asim Karnali, Dr., (Mashmoola), *Maan aur Mamta* (Sheikh Habib-ur-Rehman Batalvi), Multan, Beacon Books, 2010, p. 11
9. Saeed Parvez, *Amman*, Habib Jalib, Karachi, Jalib Publications, 2014, p. 9
10. Mirza Adeeb, *Mitti ka Diya*, Lahore, Maqbool Academy, 2012, p. 271
11. Yusuf Hussain Khan, *Yaadon ki Duniya*, Lahore, Books House, 1994, p. 49–50